یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ

رسالہ

اصلاح العقاید بکشف المکاید

نمبر ۲

عجائبات مذہب شیعہ

مصنفہ

مولانا المولوی شاہ سید لیاقت حسین صاحب دیوی

مطبع شمسی گیا میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عجائبات مذہب شیعہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اصلاح نمبر ۱۲ جلد ۱ میں بعنوان فقہ حنفی پر ایک مختصر نوٹ) ایک مضمون نظر سے گذرا نامہ نگار کی بے باکانہ جہالت پر تعجب ہوتا ہے کہ کیا شیعہ سلک کو بھی وہ اپنی ہی طرح جاہل متعصب حق پوش ناحق نیوش تصور کرتا ہے۔ کہ خواہ مخواہ اونکو اپنے ایک ہم مشرب کی جہالت پر فخر و ناز ہوگا اور وہ اسکی عامیانہ تحریر پر ذرہ نہ شرمائینگے۔ پہلے آپنے امام الہدایۃ وامام الضلالۃ کی کچھ تقریر فرمائی جسکے متعلق ہم انشاء اللہ ایک مستقل مضمون لکھیں گے یہاں پر فقط اوس کے فرعی مسائل کیمتعلق مختصراً کچھ عرض کرتے ہیں۔ واللہ ولی التوفیق (۱) پہلے اوس نے تفسیر کبیر سے بنت مخلوقہ من الزنا کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ زانی پر امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حرام اوس کے بعد آپ فرماتے ہیں "امام شافعی کے مطابق بیٹی باپ پر حلال ہے غور فرمائے کہ کیا یہ مسئلہ مطابق قرآن ہے"

اس غریب کو اگر قرآن کی خبر ہوتی تو اس طرح بے سر و پا بات ہی کیوں کرتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل سے تو ہم پیچھے بحث کرینگے اولاً مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی مختصر تقریر کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے دیکھا کہ حرمت کی دو علتیں ہیں ایک تو اوسکا باپ کے نطفہ سے ہونا دوسری فراش اب میں اوسکا تولد ہونا یا استقرار فی الحمل۔ ان دونوں امور کو مدنظر رکھکر مخلوقہ من الزنا کو (خواہ مزنیہ کسی کے فراش میں ہو یا نہو) حرام فرمایا۔ کیونکہ بنتیۃ کی دو علتوں میں سے ایک ایک علت دونوں میں متحقق ہے اسلئے دونوں کی رعایت ضروری ہوئی جہاں کہیں کسی شئے کی متعدد علتیں ہوں وہاں وجود علت واحدہ بھی وجود حکم کیلئے کافی ہوتا ہے ونظائرھا فی الشرع کثیرۃ مثلاً کوئی کھانا ملک غیر ہو اور ملوث بالنجاسۃ بھی ہو تو اب

اوس کا استعمال بہرصورت حرام ہوگا تلوث بالنجاستہ نہو جب بھی ملک غیر ہونیکی حیثیت سے
ممنوع الاستعمال ٹہریگا اور ملک غیر نہو مگر نجس ہو تب بھی نجس ہونے کی جہت سے حرام ہوگا۔ ملک غیر اور
نجس ہونیکی صورت مین دو علتیں حرمت کی موجود ہین اور ہر واحد تحقق حرمت کیلئے کافی ہے
ہاں علمائے شیعہ کے نزدیک جب نفس لعنت تحریر وطی محرمات ابدیہ کی حرمت قطعی باقی نہیں رہتی
وہ اگر فقدان علت واحدہ کی بنا پر باوجود تحقق فراش کے حلت کے قائل ہوجائیں تو انکی بھق
بانث حیا و غیرت سے ہرگز بعید نہیں ہے۔ اب امام شافعی کے دلائل سنو قال اللہ تعالے حرمت علیکم
امھاتکم و بناتکم الخ پھر آیات میراث مین بنت کے حصص مفروضہ بیان کیے گئے
فان کانت واحدۃ فلھا النصف ان ہر دو آیات کی تطبیق سے ثابت ہوگیا کہ جو بنت ہے
اوسی کیلئے میراث ہے اور وہی آیت تحریم مین داخل ہے مخلوقہ من الزنا کیلئے بالاتفاق میراث
نہین۔ ثانیاً بنتیتہ ثبوت نسب کی فرع ہے اور اولاد زنا کا نسب زانی سے ثابت ہی نہین ہوتا تو وہ
شرعاً بیٹی بھی نہوئی اور جب شرعاً بیٹی نہوئی تو آیت تحریم مین داخل بھی ہوگی لان الولد للفراش
اسکے بعد خواہ وہ نطفہ صاحب فراش سے بھی ہوا ہو۔ اور یہی ولد کی حقیقت شرعی ہے اور یہ
تعریف بھی نہایت جامع مانع واقع ہوئی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک برخلاف اسکے صاحب نطفہ
کیساتھ مخصوص کردینے کی صورت مین ولد فراش ولدیت سے خارج ہوجائیگا اور دیگر مفاسد
بھی پیدا ہوجائینگے مثلاً باوجود ولد ہونیکے نہ اوسکا نسب باپ (یعنی صاحب فراش) سے ثابت
ہوگا۔ نہ زانی (صاحب نطفہ) سے اور نہ باوجود فقدان موانع ارث کے ایک دوسرے کی وارث شرعی
ہونگے وغیر ذالک اور یہ بات عقلاً نہایت مستبعد ہے کہ بیٹا ہو اور باپ کی طرف (خواہ وہ صاحب
فراش ہو یا زانی) منسوب نہو اور نہ اوسکا وارث شرعی ہو۔ کیا شیعوں کے نزدیک اولاد زنا بھی ارث
ہوتی ہے یا باپ سے اوسکو نسبی تعلق پیدا ہوجاتا ہے۔ اور جب گفتگو بنت شرعی کے اندر ہے جسکی حرمت
آیۃ تحریم مین مذکور ہے۔ اور علمائے شیعہ بھی اسکے قائل ہین کہ دختر زنا بنت شرعی نہین ہے
اور نہ بنت شرعی کے احکام اوس سے متعلق ہوتے ہین (اگرچہ) (بقول بعض علمائے شیعہ

بعض ہی احکام سہی، اور حلت و حرمت نکاح بھی منجملہ احکام شرعیہ کے ہے تو اگر بالفرض باعتبار لغت کے وہ بنت حقیقی ہو بھی تاہم امام شافعی پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا جس طرح بنت کے اور احکام شرعیہ کو شیعوں نے اوس سے غیر متعلق کر دیا حضرت امام نے حرمت نکاح کو بھی جو منجملہ احکام شرعیہ متعلقہ بنات کے ہے مخلوقہ من الزناء سے متعلق نہ سمجھا حضرات شیعہ ہی کوئی وجہ فرق بیان فرمائیں کہ نسب میراث کا تعلق تو اوس سے نہو۔ اور حرمت کا تعلق اوس سے ہو جائے اور جب مخلوقا زنا کا بنت شرعی نہونا اور حلت و حرمت نکاح کا حکم شرعی ہونا بھی عند الشیعہ مسلم ہے تو پھر بنت لغوی میں گفتگو کرنا خارج از بحث ہے۔ وهو لا يعبأ به

دیکھو زید کے یہاں زنا سے لڑکی پیدا ہوئی اور زید نے انکار نہ کیا اور زوجین میں لعان نہوا یا انکار کیا مگر زنا کو ثابت نہ کر سکا تو اگرچہ بحسب لغت وہ اوسکی بیٹی نہیں ہے مگر بوجہ اسکے کہ الولد للفراش مسلم ہے بنت کے احکام ضرور اس سے متعلق ہو جاوینگے اور ایک دوسرے کے وارث شرعی ٹھہرینگے اب بوجہ اس کے کہ عند الشیعہ بنت حقیقی نہیں ہے۔ علماے شیعہ کیا اوس سے نکاح کو جائز فرمائینگے۔ اگر یہ کہیں کہ یہاں حرمت بیٹی ہونیکی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ ولد موطورہ ہونیکی حیثیت سے ہے کما هو حکم الربائب تو جواب دوں گا یہ ہو گا اس پر ربیبہ کی تعریف بھی صادق نہیں آتی ہے جب نہ ربیبہ ہوئی اور نہ بنت حقیقی تو زید نکاح اوس سے بقاعدہ شیعہ جائز ہونا چاہیے۔ اچھا اگر یہاں ربیبہ ہونیکا شبہ خواہ مخواہ دامنگیر ہو تو دوسری صورت لیجئے مثلاً زید نے بعد استقرار حمل بالزنا اپنی زوجہ کو طلاق بھی دیدیا پھر لڑکی پیدا ہوئی اب یہاں ربیبہ ہونے کی کسطرح گنجائش نہیں ہے تو وہ لڑکی زید کیلئے حلال ہو سکتی ہے اگر خواہ مخواہ ولد موطورہ ہونیکو آڑ بنایا جاے تو کیا بموجب مذہب شیعہ زید کے بھائی کا نکاح اوس لڑکی سے جائز ہے +

بنت الاخ تو بالاتفاق بنص قطعی حرام ہے کیا بیٹی الاخ بھی عند الشیعہ حرام ہے۔ بينوا بالكتاب اگر برائی بد شگونی کیلئے علماے شیعہ جواز نکاح کے قائل ہو جاویں تو امام شافعی پر غیر بنت شرعی سے تجویز نکاح کا الزام جو وارد ہوتا تھا ان پر بنت شرعی کیساتھ تجویز نکاح کا الزام عاید ہو جائیگا

وھو المحش من الاول بدلایل بالا ثابت ہوگیا کہ بنتیۃ لغویہ ۔ حرمت نکاح مین تلازم نہین ہے
اور جب امام شافعی مخلوقۃ من الزنا کو بنت ہی نہین فرماے ۔ کمافی التفسیر الکبیر وقال الشافعی انھا لیست بنتا
تو امام شافعی پر ابتدأ تجویز نکاح بالبنات کا اعتراض وارد نہین ہوسکتا بلکہ جو کچھ نزاع رہجاتی ہے
تعئین بنات مین کہ آیا وہ (مخلوقۃ من الزنا) بنت زانی ہے یا نہیں اور بنت لغوی ہونے سے غالباً
حضرت امام کو بھی انکار نہو گا ۔ مگر چونکہ حلت و حرمت کا مدار بالاتفاق بنتیۃ شرعیہ پر ہے ورنہ صور مذکور الصدر
مین الزام تحلیل و تجویز نکاح بنات شرعیہ و بنت الاخ کا مورد ہونا پڑیگا اور ادسکا بنت شرعی نہ ہونا
بھی متفق علیہ ہے پس دیگر احکام بنتیۃ کو منتفی تسلیم کرلینے بعد محض ایک حکم تحریم کو اوس سے متعلق کردینا نہایت مستبعد ہے
بوجوہ بالا حضرت امام نے مخلوقۃ من الزنا کو حکم تحریم مین بھی شامل نہ فرمایا ۔ اور مذہب حنفیہ پر یہ سارے
خدشات وارد ہی نہین ہوسکتے کیونکہ بموجب تقریر بالا ان سب صورتون مین وہ بنت حقیقی و شرعی ہے فقط
مگر بعض صور مین اوسکا وارث نہونا بنت حقیقی ہونے کے منافی نہین ہے کیونکہ وارث کیلئے بنتیۃ کی دونون
علتوں کا تحقق ضروری ہے اور حرمت کیلئے علت واحدہ کا وجود بھی کافی ہے کیونکہ معاملہ فرج مین باتفاق
شیعہ نہایت احتیاط لازم ہے اور حرمت کا ادنی شبہ بھی حکم تحریم کیلئے کافی ہوتا ہے اسی بنا پر نکاح فاسد و
باطل مین کوئی فرق نہیں کیا گیا اور فاسد بھی باطل ہی کے حکم مین رہا اور جب ایک جماعت علمائے شیعہ کی
امام شافعی کا ہمخیال ہی تو مشترک الورود اعتراض کی جوابدہی ہرگز ادن پر عاید نہین ہوسکتی ✦
فی الشرائع النسب یثبت مع النکاح الصحیح ومع الشبھۃ ولا یثبت مع الزنا فلو زنا فاخلق
من مائہ ولد علی الجزم لم ینسب الیہ شرعا وھل یحرم علی الزانی والزانیۃ الوجہ انہ یحرم لانہ
مخلوق من مائہ وھو یسمی ولدا لغۃ ۔ اس عبارت سے ایک اور عجیب بات بھی معلوم ہوئی
ائمہ شافعیہ تو فقط زانی کیلئے مخلوقۃ من الزنا کو جائز فرماتے تھے ایک جماعت علمائے شیعہ نے تو پسر
مخلوق من الزنا پر اوسکی ماں تک کو حلال کردیا ہے نعوذ باللہ حالانکہ انتفائے نسب جو کچھ شبہ
ہوسکتا تھا تو محض زانی کے نسبت مخلوق من الزنا کا نسب اوس کی ماں سے تو بالیقین ثابت ہے
اور وہ ایک دوسرے کے وارث شرعی بھی ہوتے ہین فاعتبروا یا اولی الابصار خلاصہ یہ کہ

حدیث الولد للفراش کو تسلیم کر لینے کے بعد شیعوں کیلئے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالے عنہ پر اعتراض کی کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔ البتہ صاحب ضربت حیدریہ نے جو حدیث کی تقریر کی ہے وہ قابل دید ہے "الولد للفراش وللعاہر الحجر کہ ابن روزبہان وغیرہ بآن تمسک ورزیدہ اند پس مقدوح است۔ بانیکہ مفادش اختصاص مولود بصاحب فراش است ولادلالۃ علی کونہ دلالۃ حقیقۃ وبعد التسلیم غایۃ الامر ولدیت مولود نسبت بصاحب فراش از قسم حقیقت شرعیہ خواہد بود وآن مستلزم نفی ولدیت شرعیہ از غیر فراش در ہنگام عدم تحقق فراش نیست اذ لا دلالۃ علی الحصر پس درصورتیکہ زنے را فراش احدے حاصل نہ شدہ باشد دلبعد واسفاح فرزندے بزاید چگونہ نفی تولد او ازیں خبر مستفاد تواند گشت وفقرہ اخیرہ اعنی للعاہر الحجر دلالت برمحرومیت عاہر دارد وہمین آن مستلزم نفی ثبوت منکوحۃ عن الزنا نیست کما ان المفلس محجور علیہ من المال فحسب"

اس تقریر کی متانت باقہم ناظرین پر مخفی نہیں پہلا جملہ کچھ عجب بے معنی ہے کیونکہ جب حدیث سے ولد کی خصوصیت صاحب فراش کے ساتھ ثابت ہوگئی پھر بنوت اور ابوت کے اور کیا معنی ہیں اب رہی یہ بات کہ یہ دلالت شرعی ہے یا لغوی۔ آپ اس کو دلالت شرعی کہتے ہیں تو یہی سہی پھر اس سے آپکو حاصل کیا ہوا یہی بات تو شافعیہ کہتے ہیں کہ بموجب حدیث کے جب نظر شارع میں بنت کی حقیقت یہی ہے کہ وہ صاحب فراش کی کہلاتی ہے اور اسی کیلئے وہ مختص ہوتی ہے تو پھر اس خصوص کے بعد عموم کیسا وہ زانی کی بیٹی ہو اور صاحب فراش کی بھی متعہ دوریہ والوں کے نزدیک ولد مشترک ہونا بعید نہیں البتہ یہاں مجتہد صاحب نے یہ جدت دکھلائی ہے کہ زانیہ غیر منکوحہ کو مدلول حدیث سے خارج کر دیا مگر آپکی یہ جدت طبع اور قوت قابل داد ہوتی کہ کلام صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم میں دوسرا جملہ وللعاہر الحجر موجود نہ ہوتا اس جملہ نے اپنے عموم کے ساتھ احتمال حضرت مجتہد کی بھی قطعاً بیخکنی کر دی اور ثابت کر دیا کہ زانی بہرحال خواہ زنا بمنکوحۃ الغیر ہو یا غیر منکوحہ محجور ہے اور اولاد زنا سے اوس کو کوئی تعلق نہیں اگر زنا بمنکوحۃ الغیر ہے تو بھی اولاد زنا صاحب فراش کی طرف منسوب ہوگی اور غیر منکوحہ کیساتھ ہو تب بھی اوسکو اولاد سے کوئی نسبت نہیں وہ نہ زانی کی کہلائیگی نہ دوسرے کی بلکہ للفراش کی تخصیص بھی اسیکو مقتضی ہے کہ اولاد صاحب فراش ہی کی ہے کیا غیر صاحب فراش کو کسی صورت میں خواہ مزنیۃ کسی کے

زیرِ فراش ہو یا نہو اولاد سے کوئی تعلق نہ ہوگا اِس تقریر کے بموجب اول جملہ بھی ابطال تشکیک و تشقیق
حضرت مجتہد کیلئے کافی ہے والحمدُ للہ علیٰ ذٰلک حمدًا کثیرًا اگر یہ کہو کہ جب اول ہی جملہ ثبوت
مدعا یعنی ولد سے نفی ولدیت لزانی کیلئے کافی تھا پھر دوسرے جملہ کے اضافہ کی کیا حاجت تھی
دوسرا جملہ کسی جدید حکم کو ثابت بھی نہیں کرتا۔ اِس سے حد زنا کے طرف بھی اشارہ نہیں ہوسکتا کیونکہ
زانی کے غیر محصن ہونیکی صورت میں رجم نہیں ہے پس الحجر کا لفظ حکم رجم کو بھی ثابت نہیں کرسکتا۔ لاختلاف
حکم الزنا بناءً علی کون الزانی محصنًا او غیر محصن بلکہ جملہ اخیرہ سے فقط زانی کے محرومی کو بیان کرنا
مقصود ہے جسطرح انکار کی صورت میں کہا کرتے ہیں کہ "خاک دینگے" یا ڈلے دینگے تو ہم کہینگے کہ فی الحقیقۃ
ثانی جملہ بیان حکم جدید کیلئے نہیں ہے بلکہ یہ از قبیل تصریح ما علم ضمنًا ہے اظہار شناعت زنا و مزید محرومی
زانی کیلئے اِس کو بیان فرمایا اور اِس اعتبار سے اسکو فائدہ جدیدہ کہنا بھی قرین عقل ہے۔ بموجب تقریر بالا
صاحب ضربت حیدریہ کی آخری تقریر بھی محض لایعنی ثابت ہوئی اگر للعاہر الحجر ولد الزنا سے نفی بنوت کو مستلزم
نہیں تو زانی پھر کس چیز سے مجبور و محروم رہا باقی رہی مفلس مجبور عن المال کی مثال۔ وہ میری سمجھ سے باہر ہے
ہم نہیں سمجھے کہ آخر اِس سے مجتہد صاحب کا مطلب کیا ہے بجز اِس کے کہ جاہل شیعوں میں اپنی وقعت
ثابت کرنا ہو اِس مثال اصل مقصود سے کوئی سروکار نہیں حجر کی صورتوں میں منع عن التصرف ہے یا
اخراج عن التملک کما لایخفی۔ صاحب ضربت حیدریہ کی مثال کے مطابق تو حدیث کا یہ مطلب ہونا چاہیے کہ وہ لڑکا زانی
کا ہے مگر باپ کو اسکی تربیت وغیرہ کا کوئی حق نہیں اور نہ باپ بیٹے کو بیٹا کہہ سکتا ہے۔ بلکہ بیٹا تو زانی کا ہے مگر کہلائیگا
صاحبِ فراش کا۔ اور مولود کا سارا بار بھی اُسی کے سر۔ کیا خوب ایدہ کسے کا ئیدہ کسے جان باباکے (۲) دوسرا
اعتراض سقوط حد بنکاح المحارم پر ہے مگر آپکی علمی قابلیت یہاں پر بھی قابل دید ہے پہلے آپنے ہدایہ سے ومن تزوج
امراۃ لایحل نکاحھا ووطیھا لایجب علیہ الحد عند ابی حنیفۃ لکنہ یوجع عقوبۃ
نقل کیا ہے اوسکے بعد فرماتے ہیں ان دونوں مسئلوں سے صریحی حلال ہونا محرمات ابدی کا ثابت ہوتا ہے۔ کوئی آپ سے پوچھے
تو سہی کہ مرتکب نکاح محارم کو سزا دینا اوسکے حلت جواز کی دلیل ہے یا تحریم کی عدم وجوب حد و جواز
نکاح میں لزوم آپنے کس دلیل سے یقین کرلیا کیا جو خطا بھی ہے حد نہیں وہ داخل مباحات ہیں اب امام صاحب

کی دلیل سنو الحدود تندرو بالشبہات مقاعدہ مسلمہ ہے اور عقد نکاح مستلزم شبہ ہے گو مستلزم حلت نہیں
اسی لئے باوجودیکہ عقد متعہ باتفاق اہل سنت حرام و باطل ہے تاہم متعاقدین پر حد کوئی بھی لازم نہیں
فرماتے اسکے بعد نامہ نگار نے جسقدر لعن طعن تبرا کیا ہے اس کا جواب ہم کیا دیں جواب جاہلاں باشد خموشی
مگر اتنا کہے دیتے ہیں کہ بموجب تصریح صاحب حق الیقین کے جب نفس لف حریرے بلا قید نکاح بھی وطی
محرمات ابدیہ کی حرمت قطعی باقی نہیں رہتی ہے اور جب حرمت قطعی باقی نہیں رہی تو سقوط حد بھی مستحق ہے
ایسے لوگوں کیلئے بصورت عقد وقوع سبب محل استعجاب نہیں ہونا چاہئے مگر بے حیائی کا کوئی جواب نہیں
(۳) تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ زناکار عورتوں کی خرچی جائز ہے اور قاضی خاں اور کنز کا حوالہ دیا ہے اگر
آپ عبارت بھی نقل فرمائے ہوتے تو آپکی قابلیت کی قلعی ان شاء اللہ تعالے کھول دی جاتی ۔
(۴) چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ وطی بہائم و میت سے بلا انزال کے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ اس سے آپنے یہ استنباط
فرمایا کہ بقول حنیفہ وطی بہائم و میت جائز ہے۔ اگر آپ میں کچھ بھی فہم و دراستگوئی کا مادہ ہوتا تو یہ فرماتے ہوتے کہ
بقول حنیفہ جب وطی بہائم سے باوجود حرام ہونے کے بلا انزال کے روزہ باطل نہیں ہوتا تو وطی زوجہ سے بدرجہ اولی
باطل نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ خود فی نفسہ ایک جائز فعل ہے بااین ہمہ عدم بطلان صوم وجواز وطی بہائم میں تلازم
کسطرح ثابت ہوگیا بحالت صوم سہواً کھانے پینے سے روزہ نہیں جاتا تو کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ بحالت صوم
کھانا پینا جائز ہے یا ارتکاب دیگر معاصی سے روزہ نہیں جاتا تو کیا یہ کہینگے کہ ان معاصی کا ارتکاب بحالت صوم جائز ہے
یا وطی بہائم سے حد نہیں آتی تو کیا اسکو جائز بتائینگے۔ نعوذ باللہ اب ذرا علمائے شیعہ کا تقدس پاک نفسی
ملاحظہ فرمائے ریاض المسائل فی بیان الاحکام بالدلائل للطباطبائی میں مفطرات صوم کو لکھتے ہیں۔
وعن الجماع قبلا ودبرا ولو لم ینزل اجماعاً فی الاول کتاباً وسنۃ وفتویً علی الاشہر الاقوی
فی الثانی بل لم نجد فیہ مخالفاً الا نادراً حیث جعلہ احوط مشعراً بتردد فیہ کما فی الحواشی سے
معلوم ہوا کہ وطی فی الدبر کے مبطل صوم ہونے میں علماء شیعہ میں اختلاف ہے۔ آگے چلکر ایک روایت بھی
لکھی ہے۔ رواہ الشیخ عن علی بن الحکم عن رجل عن ابی عبد اللہ قال اذا اتی الرجل المراۃ فی الدبر وہی صائمۃ
لم ینقض صومہا ولیس علیہا غسل ذرہ روزہ کی برکت تو دیکھئے کہ بحالت صوم وطی فی الدبر سے

فساد صوم کیا غسل جنابت تک واجب نہیں ہوتا گرچہ صاحب یافض نے اس روایت پر ارسال کا طعن کیا ہے
مگر ارسال کا طعن قابل وقعت نہیں معلوم ہوتا کیونکہ وطی فی الدبر کا من سنن الائمہ ہونا کما ھو مصرح
فی الروایات یہ بھی ثبت تقدس وطی فی الدبر ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ وطی بہائم مین تو عدم انزال
کی بھی شرط تھی وطی فی الدبر مین اسکی بھی قید نہین دل کھولکر بے کھٹکے اظہار خباثت بھی کیجئے اور سنت آئمہ
عمل کا ثواب بھی لیجئے مرانا للہ (۵) اوسکے بعد جواز وضو بہ نبیذ تمر پر اعتراض ہے شیعو کی نفاست طبع بھی
قابل داد ہے نبیذ تمر جسکی حقیقت یہی ہے کہ چند چھوہارے ان کو پانی مین ڈالدیا اور اسکی مٹھاس پانی مین آگئی اور نہ
اس پر تو اسقدر لعن وطعن ہے حالانکہ نبیذ جب حد شکر کو پہونچ جائے تو اوسکو سب ہی حرام فرماتے ہین اوس سے وضو کو
کوئی بھی جائز نہین بتلاتے مگر آب دست کا پانی شیعون کے نزدیک بالکل طاہر مطہر علامہ حلی ارشاد الاذہان
مین فرماتے ہین والمستعمل فی رفع الحدث طاہر مطہر وفی رفع الخبث نجس سواء تغیر بالنجاسۃ
اولا الاماء الاستنجاء فانہ طاہر ما لم یتغیر بالنجاسۃ اویقع علی نجاسۃ خارجۃ
حلی نے آب استنجا میں یہ شرط لگائی تھی کہ پانی مین نجاست کی وجہ سے کسی قسم کا تغیر نہ آنے پائے اور دوسری شرط یہ کہ
علاوہ نجاسۃ محل استنجا کے کوئی دوسری خارجی نجاست اوس پانی مین ملی ہو۔ مگر شارح ارشاد الاذہان نے
شرط تغیر کو قابل تغیر سمجھکر اور بھی ترقی فرمائی وہ فرماتے ہین ولو زاد وزنا فوجہان اوجہہما عدم النجاسۃ
یعنی خلط نجاست سے اگر پانی کا وزن بھی بڑھ جائے تاہم اوسکا نجس ہونا یہی زیادہ موجہ اور معتبر ہے
یہان تک تو شخصی رائے کا بھی کچھ عذر ہو سکتا تھا مگر علامہ حلی نے منتہی مین طہارت آب استنجا پر اجماع نقل
کرکے سارے شبہات کا ازالہ کردیا شارح ارشاد فرماتے ہین۔ نقل المصنف فی المنتہی الاجماع علی طہارتہ
اسکے بعد صاحب ضربت حیدریہ اس مسئلہ کو اقوال آئمہ اطہار سے مدلل کرکے کمال دیدہ دری سے فرماتے ہین
پس چنین حکمے را کہ مستند باخبار متظافرہ مستفیضہ متکاثرہ عن العترۃ الطاہرہ باشد مشاقت خدا و رسول نامیدن
خانہ انصاف را بباد فنا دادن است۔ اہل عبرت کیلئے شیعوں کی یہ طہارت نفسی بھی قابل عبرت ہے انا للہ
(۶) پھر اعتراض ہے کہ بقول حنیفہ غیر ماکول اللحم جانور کا گوشت پوست ذبح کردینے سے اگرچہ حلال نہیں ہوتا
مگر پاک ہو جاتا ہے۔ اوسکے چمڑے پر نماز تک جائز ہے۔ اس مسئلہ کو تو آپ قابل نفرت خیال کرتے ہین بنظر تعجب

دیکھتے ہیں۔ مگر آپکو اسکی خبر نہیں کہ علمائے شیعہ تاثیر ذبح کے اس درجہ قائل ہوئے ہیں کہ ماکول اللحم کے بول و براز تک کو پاک اور اوس کو منہ میں لیکر نماز پڑھنے کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ حالانکہ ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ذبح کا اثر ذبیحہ کے بول و براز پر کچھ بھی نہیں پڑتا مگر اہل حق کی مخالفت نے انکو چاہ نجاست میں گرا دیا فی ریاض المسائل فان کان ممایوکل لحمہ فالصلوۃ فی وبرہ وبولہ وروثہ والبانہ وکل شیٔ منہ جائز اذا علمت انہ ذکی قد ذکاہ الذبح ، لعنت برین طہارت بلکہ اگر علمائے شیعہ میں فہم کا مادہ ہوتا تو اسی مسئلہ سے سمجھ سکتے تھے کہ جب ذبح کا یہ اثر ہے کہ ناپاک کو پاک بنا دیتا ہے اور جس چیز میں ذبح سے کوئی فرق نہیں آتا جب وہ پاک ہو جاتی ہے تو جس چیز پر کہ اوسکا اثر مترتب ہو جیسے گوشت پوست اوسکو بدرجہ اولی پاک ہونا چاہیے اور الحمد للہ اخبار **اثنا عشریہ** لکھنؤ ج ۱۸ مورخہ ۵ اپریل ۱۹۱۰ء میں جناب میر آغا صاحب مجتہد کا ایک فتوی بھی جو بجنسہ مذہب حنفی کے مطابق ہے ملگیا سوال نشتر چربی شیر کسی اعضا میں ملا کرے اوس حالت میں نماز جائز ہے بغیر پاک کئے یا نہیں۔ جواب بغیر اسکے دفع کرنیکے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اگرچہ وہ پاک ہے جبکہ بعد ذبح کرنے کیلئے ہو واللہ یعلم مگر مجتہد صاحب سے کون پوچھے کہ پاک ہونے کے باوجود عدم جواز صلوۃ کی کیا وجہ۔۔۔ (۷) پھر اس پر اعتراض ہے کہ بقول امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ۔ آبدست لینا واجب نہیں بلکہ سنت ہے حالانکہ بجنسہ یہی علمائے شیعہ کا قول بھی ہے اس غریب کو اپنے مذہب کی بھی خبر نہیں پس بدیگراں چہ رسد جامع عباسی میں ہے اما مخرج غائط را اگر حوالی موضع باو آلودہ نشدہ باشد بکلوخ و لتہ و پنبہ و امثال آن طاہر می توان گردانید ہر چند کہ آب میسر باشد اما لازم است کہ از سہ کمتر نباشد اگرچہ بدو نوبت یا کمتر پاک شود۔ و اگر حوالی موضع را آلودہ کردہ باشد پاک کردن حوالی آن را آب باید۔ پھر بیان مطہرات میں لکھتے ہیں ؂ یازدہم مسح بطاہر و این در استنجا از غایت است کہ چون مخرج را بسہ سنگ یا بسہ کلوخ یا بسہ لتہ یا غیر آن بشرط آن کہ طاہر باشد پاک کنند مخرج طاہر میشود (۸) پھر دفع مرض کیلئے پیشاب یا خون سے مریض کے پیشانی پر آیات کریمہ لکھنے پر اعتراض ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ اسکے جوابدہ نہیں اور نہ یہ اونکا مذہب ہے نہ اون سے منقول۔ محض پچھلے علما نے بعض کتابوں میں یہ صورت لکھدی ہے جس پر کسی عالم نے تا مدعلم میرے اسکے جواز کا فتوی بھی نہیں دیا ہے بلکہ جن لوگوں نے یہ صورت لکھی ہے غالبا عمل کے طریقہ پر لکھی ہے اور تاثیر عمل کیلئے اوسکا جائز ہونا ضروری نہیں

ثانیاً جب ضرورت بھی اسباب اباحت ہے پس اگر کسی تجربہ کی بنا پر کسی اشد ضرورت کی وقت کسی بزرگ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہو تو عجب نہیں بہرحال شیعوں کا تو منہ نہیں ہے کہ اس مسئلہ پر اعتراض کریں جب ان کے نزدیک آب دست کے پانی سے صحف ائمہ و کتب اصول اربعہ و مراثی شہدائے کربلا رضی اللہ علیہم کا لکھنا جائز ہے کیونکہ جب یہ پانی عند الشیعہ بدلائل قطعیہ و شہادت ائمہ پاک ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس پانی میں تیار شدہ روشنائی سے کتب مقدسہ و اسمائے ائمہ اثنا عشر کا لکھنا ممنوع ہو فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

(۹) اس کے بعد مسئلہ رضاعت ہے مگر زیر عنوان بحث میں اس مسئلہ کو چھیڑنا راقم مضمون کی جہالت یا تخبط کی دلیل ہے آپ نے عنوان تو یہ قائم کیا (فقہ حنفی پر ایک نوٹ) اور بدرجہا اسی میں ارضاع کبیر کو لے بیٹھے جس سے مذہب حنفی کو کوئی تعلق نہیں اور جب بعض امہات المومنین کا فتویٰ ارشاد نبوی کی بنا پر ہے تو ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کوئی ملعون ہی ارشاد رسول پر اعتراض کی جرات کرے تو کرے ۔ اگر راقم مضمون کو عنوان زیر بحث کی تحت میں اعتراض ہی کرنا تھا تو یوں کرتے کہ جب حدیث مسلم ارضاع کبیر ثابت ہے پھر حنیفہ نے کیوں اسکا خلاف کیا اور اوس کو جائز نہ رکھا ۔ مگر اس غریب کو تو عقل سے سروکار ہی نہیں پھر جو کچھ بے سروپا باتیں نہ کرے وہی قابل تعجب ہے البتہ حنیفہ کے ذمہ حدیث مسلم کی جوابدہی ضرور عاید ہوتی ہے مگر وہ کہیں گے کہ ایک دلیل ارضاع کبیر کو ثابت کرتی ہے تو دیگر ادلہ اوس کے منافی ہیں ہم نے اقوی الادلہ پر عمل کیا ہے کما ھو مبسوط فی محلہ الحمد للہ سبحانہ کہ جب ہم نے فقہ حنفی سے راقم مضمون کے کل ہفوات کو ہباءً منثورا کر دیا اب تاج الائمہ سراج الامۃ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذات ملکوتی صفات پر کسی کو اعتراض کا حق حاصل نہیں رہا اور اعداء دین کا شور و غوغا اسی شعر کا مصداق ہو گیا ؎

شعر

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد سید المرسلین و آلہ الطیبین و اصحابہ البررۃ المتقین

مطبوعہ شمسی پریس گیا